دارالحرب میں ربا کے احکام قرآن وسنت کی روشنی میں

عبدالغفار *

دارالحرب میں سودی معاملات اور دیگر عقود فاسدہ اور باطلہ کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ سب معاملات درست ہیں ان میں حلال وحرام یا جائز وناجائز کی کوئی تمیز نہیں، چنانچہ مسلمانوں کے آپس میں تو یہ معاملات نہیں ہوسکتے البتہ اگر مسلمان دارالحرب میں بحیثیت مستامن بن جائیں یا مسلم حکومتیں غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ سودی معاملات کریں تو وہ درست ہیں، حرمت سود کے سلسلہ میں جتنی آیات اوراحادیث وارد ہوئی ہیں اس رائے کے مطابق ان کا تعلق مسلمانوں کے باہمی معاملات سے ہے۔

اس بارے میں تو قرآن وحدیث کے احکام بالکل واضح ہیں کہ دارالحرب یا دارالکفر میں مسلمان مستامن (جو ویزا یا اجازت لے کر اس دارالکفر میں داخل ہوا ہو) کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس دارالکفر میں امن کی ضمانت لے کر داخل ہوا ہے وہاں کے احکام اور قوانین کی سختی سے پابندی کریگا، کسی کے جان ومال یا عزت پر حملہ کرنا اور وہاں کے قانون کو توڑنا اور غدر کرنا قرآن وحدیث اوراجماع کی رو سے حرام ہے۔ چنانچہ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے۔

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصو کم شیئا ولم یظاھروا علیکم احد فاتمو ا الیھم عھد ھم الی مدتھم. [1]

مگر وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کرلیا اورانہوں نے تمہارے ساتھ وفائے عہد میں کمی بھی نہ کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی تو ان کے ساتھ معاہدے کی مدت مقررہ تک عہد پورا کرو۔

اسی سورۃ کی آیت نمبر ے میں فرمایا۔

فما استقاموا لکم فاستقیموا الھم. [2]

پھر جب تک وہ عہد پر قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو۔

سورۃ انفال میں ارشاد ہوا کہ:

---

* لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، گریژن ڈگری کالج، لاہور کینٹ۔

وان استنصروكم في الدين فعليكم النصر الا على قوم بينكم وبينهم ميثاق. [3]

(اور جو مسلمان دارالکفر میں رہتے ہیں) اگر وہ دین کے حق کی بنیاد پر تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرو مگر کسی ایسی قوم کے خلاف ان کی مدد نہ کرو جس سے تمہارا معاہدہ ہو۔

حدیث میں بھی معاہدے کی پابندی کا حکم اور اس کو توڑنے کی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ صحیحین کی ایک حدیث ہے:

عن انس عن النبی ﷺ لکل غادر لواء یوم القیامة یعرف به. [4]

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاہدہ توڑنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا وہ جس سے پہچانا جائے گا۔

علامہ شوکانی نیل الاوطار "**باب جواز مصالحة المشركين على مال**" کے تحت ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(فلا تصيبوا منهم فوق ذلك رواه ابو داؤد) وقال فی شرح ذلك فيه دليل على انه لا يجوز للمسلمين بعد وقوع الصلح بينهم وبين الكفار على شی ان يطلبوا منهم زياده فان ذلك من ترك الوفاء بالعهد ونقس العهد وهما محرمان بنص القرآن والسنة. [5]

جتنے پر صلح ہوئی ہے اس سے زیادہ نہ طلب کرو۔ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اگر مسلمانوں اور کفار کے درمیان کسی مقدار پر صلح ہو جائے تو اس سے زیادہ طلب کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ عہد کو پورا نہ کرنا اور اس کو توڑنا دونوں قرآن وحدیث کی نص سے حرام ہیں۔

چنانچہ علماء نے نقض عہد کی حرمت کا فتوی دیا ہے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں۔

الغدر حرام بالا جماع. [6]

عہد شکنی کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ حرام ہے۔

صاحب ھدایہ فرماتے ہیں۔

اذا دخل المسلم فی دارالحرب تاجرا فلا یحل له ان یتعرض لشی من اموالهم ولا من دمائهم لانه ضمن ان لا یتعرض بهم بالا ستئمان. ۷

جب مسلمان کسی غیر اسلامی ملک میں داخل ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہاں کے باشندوں کے مال یا جان سے وہ کوئی تعرض کرے کیونکہ وہ اس کا ضامن ہے کہ ایسا نہیں کرے گا۔

ان آیات واحادیث اور اقوال فقہاء کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے دارالفکر میں داخل ہو کر ان کے قوانین کی پابندی ضروری ہے ان کی خلاف ورزی قطعاً جائز نہیں اور جو کوئی ایسا کریگا وہ نہ صرف قانوناً مجرم ہوگا بلکہ قانون معاہدہ کی رو سے وہ غدر کا بھی مرتکب ہوگا جس کی حرمت قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایک فعل دارالحرب یا کفر میں قانوناً جائز اور درست ہے لیکن اسلامی قانون میں وہ حرام ہے جیسے سود کا لینا دینا تو ایک مسلمان مستامن یا اسلامی حکومت اس دارالکفر میں وہاں کے قانون کے مطابق سودی کاروبار یا عقود فاسدہ کرسکتا ہے یا نہیں، اس لیے کہ ایسی صورت میں وہ نقض معاہدہ کا مرتکب تو نہیں ہو رہا۔

اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ حرمت سود کی نصوص کا اطلاق دارالکفر میں نہیں ہوگا لہذا مستامن یا اسلامی حکومت وہاں کے کفار سے سودی معاملات اور عقود فاسدہ کرسکے گی۔

واذا دخل المسلم دارالحرب بامان فلا باس بان یاخذ منهم اموالهم بطیب انفسهم بای وجه کان لا نه انما اخرج المباح علی وجه عری عن العذر فیکون ذلك طیباله. ۸

جب مسلمان دارالحرب میں امن کا معاہدہ کر کے داخل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہاں کے باشندوں (غیر مسلموں) کی مرضی سے ان کا مال لے خواہ ذریعہ کوئی بھی ہو کیونکہ اس نے ایک مباح مال لیا ہے اور ایک ایسے ذریعہ سے لیا ہے جو قانون شکنی سے پاک ہے، تو یہ مال اس کے لیے پاک اور طیب ہوا۔

اس رائے کی تائید میں حضرت ابو بکرؓ کے اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نے روم وایران کی باہمی آویزش کے زمانہ میں قرآن مجید کی پیشین گوئی پر اصرار کرتے ہوئے ایک غیر اسلامی ملک میں (مکہ مکرمہ جو اس وقت فتح نہیں ہوا تھا) قریش سے یہ شرط لگائی کہ قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوگی تو جب وہ شرط پوری ہوئی تو آپ ﷺ نے اس شرط کے اونٹ لینے کی اجازت دی اور یہ اونٹ ان کے وارثوں سے وصول کئے گئے۔9

اس رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ دارالکفر یا دارالحرب کے غیر مسلم افراد کو مباح الاموال قرار دیا گیا ہے اور ان کے ہر قسم کے سودی معاملات کو درست قرار دیا گیا ہے۔ اور امام مکحولؒ کی اس حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں جس کو امام زیلعیؒ کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے کہ "لا ربا بین المسلم والحربی" "مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کی رائے تو یہ ہے کہ دارالحرب میں اس قسم کے سودی معاملات پر سود کا اطلاق ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ فے کی ایک قسم ہے جو اصلاً حلال ہے۔

چنانچہ مولانا فرماتے ہیں:

دارالحرب میں سود حلال نہیں بلکہ فے حلال ہے، لوگوں میں یہ عجیب بات مشہور ہے کہ غیر اسلامی حکومتوں میں سود حلال ہو جاتا ہے اور زیادہ تر اصل مسئلہ کے سمجھنے میں یہی تعبیر مانع آتی ہے۔ ورنہ مسئلہ کی بنیاد جس قرآنی قانون پر ہے اس کے لحاظ سے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ جو چیز حرام تھی وہ کسی وقت حلال ہوگئی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جو چیز ہمیشہ سے حلال تھی وہی حلال ہوئی خدا جس چیز کو حلال طیباً فرماتا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسی کو طیب فرماتے ہیں، ورنہ ایک مسلمان کو اس کا کیا حق ہے کہ قرآن جس چیز کو حرام کرے اسے وہ اپنی رائے سے یا کسی معمولی ظنی خبر کی بنیاد پر حلال کر دے۔ خصوصاً وہ جو واحد خبروں سے نص پر اضافہ کو کسی طرح جائز قرار نہیں دیتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسی وجہ کان (قانون وقت کے جس جائز کردہ ذریعہ سے بھی وہ مال ملتا ہو) کی عمومیت کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سود ہی کو نہیں بلکہ قمار (جوا) کے ان ذرائع سے بھی تحصیل مال کو طیب قرار دیا ہے جس کی قانون وقت میں ممانعت نہ ہو۔ مثلاً یہی بیمہ ہے یا لائف انشورنس کا ذریعہ ہے۔ علماء

اسلام کے نزدیک قمار اور سود کی یہ مرکب شکل ہے، لیکن سیر کبیر میں امام اعظم سے ناقل ہیں۔

او اخذ مالا منهم بطريق القمار فذالك كله طيب. [10]

اگر ان سے (غیر مسلموں سے) جوئے کے ذریعہ سے مال لے گا تو یہ سب اس کے لیے پاک اور طیب ہے۔

آیات ربا کی تفاسیر میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا کے احکام مسلمانوں اور کفار کے لیے یکساں ہے۔ صاحب تفسیر الثعالبی ''**تفسير الالعثالبی الموسوم بجواهر الحسان فی تفسير القرآن**'' میں لکھتے ہیں۔

وقوله تعالى ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل الربا معنا عند جميع المتاولين فى الكفار وانه قول بتكذيب الشريعة والاية كلها فى الكفار المربين نزلت ولهم قيل فله ما سلف ولا يقال ذلك لمومن عاص ولكن ياخذ العصاء فى الربا بطرف من وعيد هذه الاية. [11]

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع مثل ربا کے ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کفار کے تمام متاولین بھی کہتے ہیں اور یہ قول شریعت کو جھٹلانے کے مترادف ہے، اور آیت پوری کی پوری سود خور کفار کے بارے میں ہے۔ اور ان ہی کے لیے نازل ہوئی۔ یہ کسی مومن عاصی کے حق میں نہیں ہے۔ لیکن فساق اس آیت میں وعید کے باوجود سود لیتے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں۔

وقوله تعالى يا ايها الذين آمنو ا اتقوالله وذروا ما بقيه من الربا الاية:

سبب هذه الاية انه لما افتتح النبی ﷺ من قال فى الخطبة يوم الثانى الاكل ربا فى الجاهلية موضوع واول ربا اضعه ربا العباس فبداء صلى الله عليه وسلم بعمه واخص الناس به، وهذه من سنن العدل للامام ان يفيض العدل على نفسه خاصة فيستفيض فى الناس ثم رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة واستعمل على مكة عتاب بن اسيد فلما استنزل صلى الله عليه وسلم اهل

الطائف بعد ذلك الى الاسلام اشترطوا شروطا ،وكان في شروطهم ان كل ربا لهم على الناس فانهم ياخذوله وكل ربا عليهم فهو موضوع،فيروى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قررلهم هذه،ثم ردها الله بهذه الاية لما ردصلحه لكفار قريش في رد النساء اليهم عام الحديبية وذكر النقاس رواية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ان يكتب في اسقل الكتاب لثقيف لكم ما للمسلمين وعليكم ما عليهم فلما جاء ت اجال رباهم بثوا الى مكة للاقتضاء وكانت على بنى المغيرة فقال بنو المغيرة لا نحطر شيئا فان الربا قد وضع ورفعوا امرهم الى عتاب ابن اسيد لمكة فكتب به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت الاية وكتب بها رسول الله صلى الله عليه وسلم الى عتاب فعلت بها ثقيف فكفت. ۱۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو، اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو دوسرے دن کے خطبہ میں فرمایا کہ تمام جاہلیت کے سود ختم کر دیئے گئے اور سب سے پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں وہ عباسؓ کا سود ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے شروع کیا اور تمام لوگوں میں ان کو مخصوص کیا اور یہ امام کی صفت عدل میں سے ہے کہ ابتدا اپنے آپ سے کرے پھر لوگوں سے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لے گئے اور عتاب ابن اسید کو مکہ کا والی بنا دیا، پھر جب آپ نے اہل طائف کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے بعض شروط پیش کیں، ان میں ایک شرط یہ تھی کہ ان کا جو سود دوسرے لوگوں پر ہے وہ اس کو لیں گے اور جو سود ان پر ہے وہ ختم ہو جائے گا، روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات تسلیم کر لی، پھر اس کو رد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ جب کفار کی طرف مسلمان عورتوں کو لوٹانے والے معاملہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر رد فرمایا۔

اور نقاش نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حکم فرمایا کہ ثقیف کو جو خط لکھا جا رہا ہے اس میں نیچے یہ بھی لکھیں کہ تمہارے لیے وہ حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لیے اور تمہارے اوپر وہ پابندیاں اور واجبات ہیں جو مسلمانوں پر، جب ان کے سود کا وصول کرنے کا حکم بھیجا جو سود بنو مغیرہ پر تھا، تو بنو مغیرہ

نے کہا کہ ہم تو نہیں دیں گے اس لیے کہ ربا ختم کر دیا گیا ہے اور انہوں نے معاملہ عتاب کے سامنے پیش کیا، تو انہوں یہ معاملہ حضور ﷺ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا، تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے یہ آیت لکھوا کر عتاب ابن اسید کو بھیج دی تو ثقیف کو حرمت سود کا علم ہو گیا اور انہوں نے پھر سود وصول نہیں کیا۔ ۱۳

ابوبکر الجصاص ''وان تبتم فلکم روس اموالکم'' کے تحت لکھتے ہیں۔

وفیھا دلالۃ علی ان العقود الواقعۃ فی دار الحرب اذا ظھر علیھا الامام لا یعترض علیھا بالفسخ وان کانت معوقودۃ علی الفساد لاله معلوم انه قد کان بین نزول الایۃ وبین خطبۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم بمکۃ ووضعه الربا الذی لم یکن مقبوضا عقود من عقود الربا قیل الفتح ولم یتعقبھا بالفسخ ولم یمیز ماکان منھا قبل نزول الایۃ مما کان منھا بعد نزولھا فدل ذلك علی ان العقود الواقعۃ فی دار الحرب بینھم وبین المسلمین اذا ظھر علیھا الاسلام لا یفسخ منھا ما کان مقبوضا. ۱۴

اس آیت میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ جو عقود دارالحرب میں منعقد ہوں تو امام کے دارالحرب پر قبضے سے وہ فسخ نہیں ہوتے اگر چہ ان کی بنیاد فساد پر (شرط فاسد) پر کیوں نہ ہو اس لیے یہ بات واضح ہے کہ بعض عقود نزول آیت اور اس خطبہ وداع کے درمیان منعقد ہوئے جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ارشاد فرمایا (جس میں اپنے چچا عباسؓ کے سود کو ختم کیا) چنانچہ جس ربا کو ختم کیا وہ تھا جس پر اب تک قبضہ نہیں ہوا تھا اس کو باطل نہیں کیا، اس سے واضح ہوا کہ جو عقود مسلمانوں اور کفار کے درمیان دارالحرب میں منعقد ہوں امام کے دارالحرب پر قبضہ سے جو عقود مکمل ہو چکے اور تقابض ہو چکا ان پر اثر نہیں پڑتا۔ نیز اس سے یہ معلوم بھی ہوا کہ جن پر اب تک تقابض (Possession) نہیں ہوا وہ ختم ہو جائیں گے۔

اسی آیت کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وفیما روی فی خطبۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم ضروب من الاحکام

احدهما ان ماطرا على عقد البيع قبل القبض لما يوجب تحريمه فهو كالموجود في حال وقوعه وما طرا بعد القبض لما يوجب تحريم ذلك العقد لم يوجب فسخه وذلك نحو النصرانين اذا بتابعا عبدا يخمر فالبيع جائز عندنا وان اسلم احد هما قبل قبض الخمر بطل العقد. ۱۵

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ حجۃ الوداع میں جو مختلف احکام مروی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو چیز نئی طاری ہو کسی اپنے عقد میں جس میں ابھی قبضہ نہیں ہوا اور جو عقد کے تحریم کو واجب کرتی ہے تو اس نئی چیز کی حقیقت ایسی ہوگی جیسے کہ وہ عقد کے وقت موجود تھی اور اگر وہ نئی چیز اس عقد میں قبضہ کے بعد طاری ہوئی تو وہ اس عقد کے فسخ کو لازم نہیں کریگی، مثلاً دو نصرانیوں نے ایک عہد کا معاملہ تحریر کیا تو یہ بیع جائز ہے۔ ہمارے نزدیک اس لیے کہ دونوں نصرانی ہیں، لیکن اگر قبض سے پہلے ایک مسلمان ہو گیا تو عقد باطل ہو جائے گا۔

اسی بات کو علامہ قرطبی نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ

ظاهره انه ابطل من الربا مالم يكن مقبوضا وان كان معقودا قبل نزول آية التحريم. ۱۶

آیت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ باطل کیا گیا جو ابھی تک لیا نہیں گیا تھا اگر چہ اس کا عقد آیت کے نزول سے پہلے ہو چکا تھا۔

معلوم ہوا کہ جو عقود ربا مسلمان حکومتوں کے غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ہو چکے ہیں ان پر اب ربا کا لین دین جائز نہیں۔

آیات ربا کی تفاسیر اور احادیث ربا میں غور کرنے سے یہ بات قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ دارالسلام کی طرح دارالکفر یا دارالحرب (اس معنی میں کہ فی الحال مسلمان ان سے برسر پیکار نہیں بلکہ مسلمانوں اور ان کے درمیان امن قائم ہے۔ سود کے احکام وہی ہیں جو دارالاسلام میں ہیں، درج ذیل نکات اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

۱۔ آیات ربا میں عموم اور آیات واحادیث ربا میں اس کی حرمت پر انتہائی شدومد کے ساتھ اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی قوی دلیل موجود نہ ہونا جو دارالحرب کے کفار کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتی ہو، چنانچہ مفسرین کرام نے آیت بقرہ ''وذروا ما بقی من الربا'' اور آیت نساء ''واخذهم الربا وقدنهوا عنه'' کا مفہوم یہی سمجھا ہے کہ سودی معاملات دارالحرب اور دارالکفر کے کفار ومشرکین کے ساتھ بھی ویسے ہی حرام ہیں جیسے مسلمانوں کے ساتھ، چنانچہ صاحب تفسیر ابی السعود محمد العمادی آیت نساء ''واخذهم الربا وقد نهوا عنه'' کے تحت لکھتے ہیں:

''فان الربا کان محرما علیهم کما هو محرم علینا وفیه دلیل علی ان النهی یدل علی حرمة المنهی عنه''. [۱۷]

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ اخلاق ومعاملات سے متعلق جتنی ہدایتیں دیتا ہے ان میں صرف اہل ایمان کو مخاطب کرتا ہے لیکن فقہاء امت میں سے کسی نے بھی ان احکامات کو صرف مسلمانوں کے باہمی معاملات تک محدود قرار نہیں دیا، بلکہ بہت سے احکام غیر مسلموں کے لیے بھی ہیں اگرچہ وہ براہ راست مخاطب نہ ہوں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاری سے جب مختلف مواقع پر صلح کی تو ان سے بعض احکام پر عمل پیرا ہونے کی شرط لگائی، چنانچہ ابوداؤد میں ہے۔

وعن ابن عباس قال صالح رسول الله صلی الله علیه وسلم اهل نجران یحدثوا حدثا اویاکلوا الربا. [۱۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے اس پر صلح کی ان کے کسی معبد کو منہدم نہیں کیا جائے گا کسی راہب کو نہیں نکالا جائے گا جب تک کہ وہ کوئی نئی مشکل پیدا نہ کردیں، یا سود کھانے لگیں۔

۳۔ اصطلاحاً دارالحرب اور دارالکفر میں بھی فرق ہے، دارالحرب اسلامی نقطہ نظر سے کفار کی وہ بستی ہے جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں۔ وہ لوگ مباح المال و الدم ہیں، ان کا مال و جان محفوظ و معصوم نہیں البتہ دارالکفر کے کفار جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں نہیں بلکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مختلف معاہدے قائم ہیں اور وہ ان معاہدات کو پورا کر رہے ہیں ان کی جان و مال مسلمانوں کے لیے اس طرح مباح نہیں کہ جب چاہیں جس کافر کو قتل کر دیں اور اس کا مال چھین لیں۔ اگرچہ اعتقادی لحاظ سے تمام دنیا دو ملتوں پر تقسیم ہے، اسلام اور کفر اور اس نظریہ کی بنا پر ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ہمارے درمیان مستقل صلح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وہ ہمارے عقائد کو تسلیم نہ کر لیں اور اس اعتقادی فرق کی وجہ سے ہر کافر کو حربی بھی کہا جا سکتا ہے اور دارالکفر پر دارالحرب کا اطلاق بھی کیا جا سکتا ہے۔

مولانا مودودیؒ نے دارالحرب اور دارالاسلام، نیز دارالحرب اور دارالکفر میں فرق کرنے کی اچھی کوشش کی ہے، چنانچہ انہوں نے قانون اسلامی کو تین شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ اعتقادی قانون جو علی الاطلاق تمام مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۔ دستوری قانون جس کا تعلق صرف سلطنت اسلامی سے ہے۔

۳۔ بین الاقوامی قانون یا صحیح الفاظ میں تعلقات خارجیہ کا قانون مسلمانوں اور غیر قوموں کے تعلقات سے بحث کرتا ہے۔

مولانا کی رائے میں ہماری کتب فقہ میں ان قوانین کو الگ الگ مرتب نہیں کیا گیا اور نہ ان کو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے لیکن قرآن وحدیث میں ایسے واضح اشارات موجود ہیں جس سے قدرتی طور پر اسلامی قوانین کا ارتقاء تین الگ الگ راستوں پر ہوا ہے۔

مولانا نے اس سلسلہ میں اس بات کی تائید کے طور پر متعدد فقہی جزئیات بھی ذکر کی ہیں، پھر کفار کی اقسام سے بحث کرتے ہوئے ان کی بھی پانچ قسمیں گنائی ہیں۔

۱۔ باج گزار ۲۔ معاہدین ۳۔ اہل غدر ۴۔ غیر معاہدین

۵۔محاربین

پھران کے علیحدہ احکام بعض آیات قرآنیہ اور عبارات فقہاء سے ذکر کیے ہیں۔ان مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ دارالحرب اگر مطلقا دارالکفر کے معنی میں لیا جائے تو اس کے اموال مباح نہیں بلکہ صرف غیر معصوم ہیں اور عدم عصمت کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ اسلامی حکومت اس دار میں کسی جان یا مال کے تحفظ کی ذمہ دار نہیں ہے۔وہاں اگر کوئی مسلمان یا غیر مسلم کو جان و مال کا نقصان پہنچائے گا یا اس کے ملک سے کوئی چیز حرام طریقہ سے نکال لے گا تو یہ اس کے اور خدا کے درمیان ہے۔اسلامی حکومت اس سے کوئی مواخذہ نہیں کرے گی۔

۲۔ دارالحرب سے مراد اگر ایسے کفار کا دار لیا جائے جن کے نفوس و اموال مباح ہیں تو اس معنی میں ہر دارالکفر دارالحرب نہیں ہے بلکہ صرف وہ علاقہ دارالحرب ہے جس سے بالفعل دارالسلام کی جنگ ہو۔اس خاص نوع کے دارالکفر کے سوا کسی دوسرے دارالکفر کے باشندے نہ مباح الدم ہیں اور نہ مباح المال، اگرچہ وہ ذمی نہیں ہیں اور ان کے نفوس و اموال غیر معصوم ہیں۔

۳۔ جس ملک سے مسلمانوں کی بالفعل جنگ ہو اس کے نفوس و اموال بھی مطلقا ایسے مباح نہیں کہ ہر شخص وہاں لوٹ مار کرنے اور کفار کی املاک پر قبضہ کرنے کا مختار ہو، بلکہ اس کے لیے بھی کچھ شرائط اور قیود ہیں۔

الف)۔امام مسلمین باقاعدہ اعلان جنگ کر کے اس ملک کو دارالحرب قرار دے اور

ب)۔وہاں جنگ کرنے والوں کو امام کا ''اذن'' اور اس کی ''حمایت'' حاصل ہو۔

۴۔ غنیمت صرف اس جائیداد منقولہ کو کہتے ہیں جو دشمن کے عساکر سے لڑ کر حاصل کی جائے اور اس مال میں پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے۔

۵۔ فے ان اموال منقولہ وغیر منقولہ کو کہتے ہیں جو فتح کے طور پر نتیجتاً حکومت اسلامی کے قبضہ میں آئیں۔خراج اور مال صلح وغیرہ کا شمار بھی فئے ہی میں ہے،لیکن یہ بالکلیہ اسلامی حکومت کی ملک ہے اور کسی شخص کو اس پر حقوق ملکیت نہیں ہو سکتے۔

۶۔ فئے اور غنیمت کے اموال پر فاتحین کو پورے حقوق ملکیت صرف اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ وہ ان کو دارالحرب سے دارالسلام منتقل کرلائیں۔ یا دارالحرب کو دارالاسلام بنا لیں۔اس سے پہلے ان اموال میں تصرف کرنا اوران سے فائدہ اٹھانا مکروہ ہے۔

۷۔ اسلامی قانون حربی کفار کے کے اموال پر ان کے حقوق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے،اوران کی ملک سے کوئی مال مسلمانوں کی ملک میں جائز طور پر انہی صورتوں سے منتقل ہوسکتا ہے جن کو اللہ اور رسول نے حلال کیا ہے یعنی بیع یا صلح یا جنگ۔[19]

۸۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا واحد مستدل جس سے انہوں نے دارالحرب میں سود کے لینے کو جائز قرار دیا ہے۔حدیث مکحول''لا ربا بين المسلم والحربى ''ہے،یہ حدیث اتنی قوی نہیں کہ اس کی بنیادی پر سود جیسی حرام چیز کو جس کی حرمت قرآن وحدیث کی قطعی نصوص سے ثابت ہے،جائز قرار دے سکیں۔اس حدیث پر بھی مولانا مودودی صاحب نے کلام کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔[20]

۹۔ وہ فقہی جزئیات جن سے دارالحرب میں سود یا عقود فاسدہ کا جواز ثابت ہوتا ہے ان کو دارالحرب کے اصطلاحی معنی (یعنی وہ غیر اسلامی ملک جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں) کے ساتھ مقید کرنا پڑے گا مطلق دارالکفر جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہے اس پر ان جزئیات کو منطبق کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔

۱۰۔ اب تک جتنی بحث ہوگئی ہے اس کا تعلق دارالحرب میں سود لینے یا عقود فاسدہ کے بارے میں تھا لیکن اگر کوئی اسلامی مملکت کسی غیر اسلامی ملک کو سود دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ دارالحرب میں سود کے لینے کے جواز کا مدار تو دارالحرب کے لوگوں کے جان و مال کے مباح ہونے پر ہے جس کا بعض صورتوں میں اور بعض فقہاء کی رائے میں جواز نکلتا ہے لیکن مسلمانوں کا مال دارالحرب یا دارالکفر کے لوگوں کو بطور سود دینے کا جواز کہیں سے ثابت نہیں ہوتا۔ احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو بھی سودی لین دین کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کتب الی اھل نجران اما ان تذروالربا واما ان تاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ فجعلھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ی خطر الربا ومنعھم منہ کالمسلمین...فوی بینھم وبین المسلمین فی المنع من الربا۔ ۲۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اہل نجران کو یہ لکھا کہ یا تو سود چھوڑ دو یا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ، تو آپ نے ان کے لیے بھی سود کو مسلمانوں کی طرح حرام کیا اور ربا کی ممانعت میں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مساوی معاملہ فرمایا۔

اس بات کی تائید مجلہ کا مادہ (۳۴) بھی کرتا ہے کہ

ما حرم اخذہ حرم اعطاء نہ فاخذ الرشوہ ممنوع کا عطائھا ومثل ذلک الربا۔ ۲۲

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے، چنانچہ رشوت لینا ممنوع ہے تو دینا بھی منع ہے، یہی حکم سود کا ہے۔

یہ بات بھی پہلے گزر چکی ہے حرمت ربا کے قطعی حکم کے بعد سابقہ معاہدوں کی بنیاد پر بھی سود کہ لین دین کو حرام کیا گیا اور فقہ اسلامی کا اصول بھی ہے شروط باطلہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ان کو

پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ ایسی شروط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر رہی ہوں ان پر عمل نہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

روی البخاری ومسلم وغیرهما من اصحاب السته جاء ت بریرة تستعین فی کتابتها..ما بال اناس یشترطون شروطا لیست فی کتاب الله من اشترط شرطا لیس فی کتاب الله فلیس له وان اشترط ماة مرة . ۲۳

بخاری و مسلم اور دیگر اصحاب سنن نے تخریج کیا ہے کہ حضرت بریرہ اپنے مال کتابت میں مدد لینے حضرت عائشہ کے پاس آتیں (اس واقعہ کے ضمن میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جس نے کتاب اللہ کے خلاف شرط لگائی اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ چاہے سو دفعہ شرط لگائے۔ ۲۴

لہذا اسلامی حکومت غیر اسلامی حکومتوں کو سابقہ معاہدوں کی بنیاد پر نہ صرف یہ کہ سود دینے کی پابند نہیں بلکہ سود نہ دینا بھی واجب ہے۔

مذکورہ بحث سے درج ذیل باتیں مترشح ہو کر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ یہ پوری بحث دارالحرب میں مستامن مسلمانوں کے حربی سے سودی معاملات اور عقود فاسدہ سے متعلق ہے۔ جس میں ایک طرف قول جواز ہے جبکہ جمہور فقہاء اور امام ابو یوسف عدم جواز کی طرف گئے ہیں، یہ بحث نہ تو براہ راست دو ریاستوں کے درمیان سودی لین دین سے متعلق ہے اور نہ ہی اس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ایک اسلامی ریاست یا اس کا سربراہ غیر اسلامی ریاست کے ساتھ سودی کاروبار کر سکتا ہے یا سابقہ سودی معاہدوں کی پابند ہے۔

۲۔ اس بات کو بنیاد بنا کر کہ دارالحرب کے کفار کا مال حلال ومباح ہے ان سے سودی معاملات کی اگرچہ بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔لیکن مسلمان کا کافر کو سود دینا اس کی یہ بنیاد نہیں بن سکتی اور نہ ہی اس سے کسی اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست کو سود دینے کا جواز نکل سکتا ہے، چنانچہ اگر ایک وقت کو یہ فرض بھی کیا جائے کہ دارالحرب میں سودی کاروبار سے متعلق امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول قوی ہے تب بھی اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ایک اسلامی ریاست مسلمانوں کا مال کسی غیر اسلامی ریاست کو بطور سود دے سکتی ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان کہ سابقہ تمام سود حرام اور ختم کر دئے گئے، اس بات کے لیے کافی ہے کہ تمام مسلم اور غیر مسلم حکومتوں کے تمام سابقہ سود ختم کرنے کا اعلان کیا جائے، لہذا شریعت ایکٹ کی دفعہ نمبر ۱۸ جس میں سودی معاملات کو تحفظ دیا گیا ہے غیر اسلامی اور قرآن وسنت سے متصادم معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ جمہور فقہاء نے حرمت سود سے متعلق قطعی نصوص قرآنیہ واحادیث صحیحہ ثابتہ کی بنا پر ان چند آثار کو جن سے بعض احناف نے دارالحرب میں مسلمانوں کا غیر مسلم رعایا کے ساتھ سودی معاملات کے جواز کا قول کیا ہے اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان سے ان عام نصوص میں تقیید یا تخصیص کی جائے، ان کا درجہ اگر خبر واحد بھی ہو تب بھی احناف کے نزدیک اس سے نصوص قرآنیہ میں تخصیص یا تنقید درست نہیں، نیز عدم جواز کا قول جمہور فقہاء کے علاوہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کا بھی ہے، اور اس کی طرف اصحاب فتاوی کا رجحان ہے۔

خاتمہ بحث

اگر بین الاقوامی قوانین اور ملکی حالات کو دیکھ کر کوئی اس صورت حال کو حالت اضطرار اور ضرور پر محمول غیر اسلامی کو اس حکم سے مستثنی قرار دینے پر زور دے تو اس کی بھی اگرچہ کسی حد تک

گنجائش معلوم ہوتی ہے خاص طور پر جبکہ اس مسئلہ میں اختلاف رائے موجود ہے لیکن میری رائے میں اس بنیاد پر شریعت ایکٹ کی دفعہ ۱۸ کو غیر اسلامی قرار دینے سے نہیں رکنا چاہیے بلکہ اس معاملہ میں حکومت کو یہ مشورہ دینا چاہیے کہ وہ مضبوط موقف اختیار کرے اور عدالت عظمی کے فیصلہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم کی اربوں روپے کے سود سے جان چھڑائے۔ حکومت کو اندرونی سود وصول نہ کرکے اتنا نقصان نہیں ہوگا جتنا دوسرے ممالک کو سود نہ دیکر فائدہ ہوجائیگا۔ گویا ادھر کا نقصان ادھر سے پورا ہوجائے گا۔ اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ غیر اسلامی ممالک سے تعلقات خراب ہوجائیں گے اور وہ اقتصادی پابندیاں لگادیں گے تب بھی قوم اسلام کی خاطر اس کو برداشت کرسکتی ہے تھوڑے عرصے بعد یہ تعلقات دوبارہ بحال ہوجائیں گے لیکن قوم کی گردن سے ایک بہت بڑا قرض جو خالص سود ہے، اتر جائے گا۔ امریکہ اور یورپی برادری جب چاہے مسلمانوں، ایران وعراق اور دیگر ممالک کے اثاثوں کو سالہا سال تک منجمد کرسکتے ہیں اور یہ کوئی غیر قانونی اور غیر اخلاقی بات نہیں سمجھی جاتی۔ ان پابندیوں کے باوجود یہ ممالک برقرار رہ سکتے ہیں تو پاکستان بھی اپنے اوپر سے ایک حرام قرض کو جو سود ہے، اتار کر ان شاء اللہ قائم رہ سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

المراجع والمصادر

۱۔ التوبۃ۔۹:۴

۲۔ التوبۃ۔۹:۷

۳۔ الانفال۔۸:۷۳

۴۔ متفق علیہ (البخاری۔الجامع الصحیح، کتاب الحیل، رقم الحدیث ۶۵۶۵، المسلم، الجامع، کتاب الجہاد والسیر، باب تحریم العدور حدیث نمبر ۱۴۔

۵۔ الشوکانی، نیل الاوطار، باب جواز مصالحۃ المشرکین علی المال، ۵۲/۸، مکتبۃ التوفیقیۃ۔س۔ن

۶۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، ۵/ ۲۶۶، سکھر س۔ن
ایضا، السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل شمس اللہ، المبسوط، ۱۰/ ۹۶، بیروت

۷۔ الشوکانی، نیل الاوطار، ۸/۴۴، ایضا، ابن ہمام، فتح القدیر، ۵/ ۲۶۶

۸۔ ابن عابدین، الشامی، محمد امین، ردالمحتار علی الدر المختار، ۴/ ۲۰۹، مکتبہ الماجدیۃ، کوئٹہ

۹۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن ملخص باب ۳۱، سورۃ الروم، ۵/ ۳۴۲ مطبع مصطفی البابی مصر

۱۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سود ص: ۳۴۱ منشورات لاہور۔

۱۱۔ الثعالبی، عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف، الجواہر الحسانی فی تفسیر القرآن جواہر الحسان، ۱/ ۲۲۴، موسسۃ الاعلی للمطبوعات بیروت

۱۲۔ ایضا ص: ۲۲۶

۱۳۔ القرطبی ملخص ۲/ ۲۲۳، الجامع الاحکام القرآن، مکتبہ غزالی،

۱۴۔ الجصاص، ابوبکر، احکام القرآن ۱/ ۴۷۱، مطبعۃ الاوقاف الاسلامیہ بیروت، ۱۳۳۰ھ

۱۵۔ ایضا

۱۶۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲/۳۶۲، مکتبۃ الغزالی بیروت

۱۷۔ العمادی، محمد بن محی الدین بن محمد، ارشاد العقل السلیم، ۱/۳۰۳، بیروت

۱۸۔ الشوکانی، ۸/۵۸

۱۹۔ مودودی، سود، ص:۳۹۶

۲۰۔ ایضاً،

۲۱۔ الجصاص، ۲/۴۳۶، باب الحکم بین اہل الکتاب

۲۲۔ سلیم رستم، شرح المجلۃ ص:۳۳، المطبعۃ الادبیۃ، بیروت

۲۳۔ ابن الاثیر، جامع الاصول، ۱/۴۴۶، داراحیاء التراث العربی

☆☆☆☆☆☆☆☆